خود غرضی۔ وہاں ایمان داری۔ حق گستری اور اس کے لئے جاں سپاری ہے۔ اور یہاں بے ایمانی کوتاہ نظری اور بزدلی۔ فاعتبروا یا اولی الابصار۔

چنانچہ اس ملک کا حکمراں طبقہ کس درجہ روشن خیال اور فراخ حوصلہ ہے اس کا اندازہ اس سے کیجئے کہ علی گڈھ مسلم یونیورسٹی کے نام میں لفظ مسلم آج سولہ برس ہو گئے کہ آنکھوں میں خار کی طرح برابر کھٹک رہا ہے اور رہ رہ کر اسی سوال کو اٹھایا جاتا ہے۔ گویا ملک میں نہ کہیں رشوت ستانی ہے اور ضبط نفس نہیں نہ امن وامان کا فقدان ہے اور نہ بد اخلاقی۔ یہاں کے حکام نہ فرض ناشناس ہیں اور نہ عوام میں بے چینی اور اضطراب ہے۔ نہ یہاں فرقہ پرستی کا سر اونچا ہے اور نہ اقلیتوں کے ساتھ ناانصافی ہو رہی ہے۔ غرض کہ وہ چیزیں جن سے ملک کی سالمیت کو خطرہ ہو۔ اور جنھیں سیکولرزم اور جمہوریت کے لئے باعث ننگ وعار سمجھا جائے ان میں سے اب کوئی چیز نہیں ہے اور بس سیکولرزم کو خطرہ اور شدید خطرہ ہے تو مسلم یونیورسٹی میں لفظ "مسلم" سے ہے تاریخ اور سیاست کا ہر طالب علم جانتا ہے کہ جو حکومت حقائق سے چشم پوشی کر کے اس قسم کی گمناؤنی جذباتیت میں مبتلا ہو جائے' اُس کے ہاتھوں میں ملک کا مستقبل کس درجہ غیر یقینی اور تشویش انگیز ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ یونیورسٹی کے محترم وائس چانسلر جناب بدرالدین طیب جی نے ۲۶ر نومبر کو مسلم ایجوکیشنل کانفرنس کے جلسہ میں جو خطبۂ صدارت پڑھا اور پھر ایک تجویز کے سلسلہ میں جو تقریر کی اُس میں آپ نے بڑی صفائی اور قوت کے ساتھ نام کے بدلنے کی مخالفت کی اور فرمایا کہ دنیا میں اور بھی ترقی یافتہ اور صحیح معنی میں سیکولر حکومتیں قائم ہیں مگر یہ اندھیر کہیں نہیں ہے کہ مختلف مذہبی فرقوں کے اداروں اور اُن کی تعلیم گاہوں کے ناموں کو بدلنے کی کوشش کی جائے کوشش تو درکنار اس کا خیال تک نہیں ہوتا۔ بنارس اور علی گڈھ کی یونیورسٹیاں خاص تہذیبی اور ثقافتی یونیورسٹیاں ہیں اور ہندو اور مسلم کے الفاظ اسی تہذیب اور ثقافت کی نشان دہی کرتے ہیں جب ملک کا دستور ہر تہذیب اور ثقافت کو نہ صرف زندہ رہنے بلکہ ترقی کے